توضیح البیان عن مکاید الشیطان

سبز عمامہ کی برکتوں سے

کذّاب جل اٹھے

از قلم

محقق العصر حضرت علامہ مولانا عبد الرزاق چشتی بھتروی

استاذ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

ناشر

شعبہ تحقیق و تصنیف

جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف آغاز

جس طرح کہ آقائے دوجہاں امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دل و جان سے محبت کرنا ضروری اور لازمی ہے اسی طرح پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات اور سنتوں کیساتھ محبت کرنا ان پر عمل کرنا انتہائی ضروری اور لازمی ہے۔ خصوصاً اس پُرفتن اور جہالت و بدعت کے دور میں حبیبِ کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی سنتوں پر عمل کرنا ظاہراً مشکل ہے مگر ایسے جہالت و بدعت کے زمانہ میں سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل کرنے کا اجر و ثواب بھی خود پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی زبان مبارک سے عظیم بیان فرمایا۔ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درس دیتے ہوئے اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد (مشکوٰۃ،ص ۳۰) جس آدمی نے فساد کے زمانہ میں میری ایک سنت پر عمل کیا اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے..... سبحان اللہ! کتنا بڑا اجر و ثواب ہے۔ پھر خصوصی طور پر اس فساد کے زمانہ میں سنت کے مطابق چہرے پر داڑھی رکھ لینا اپنے سر پر پگڑی مبارک سجالینا بہت ہی مشکل کام ہے لیکن جن مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے وہ آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ہر سنت پر عمل کرتے ہیں اور تا قیامت اِن شاءَ اللہ تعالیٰ سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عمل ہوتا رہے گا۔ وہ عمامہ شریف کہ جس کے متعلق آقا دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے، عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔ (مسند الفردوس)

جب چند سالوں سے اہل سنت کی عالمگیر مساعی کی حامل جماعت دعوتِ اسلامی نے اپنے چہروں پر داڑھی مبارک رکھ کر سر پر سبز رنگ کا عمامہ شریف سجا کر اپنی طاقت کے مطابق ہر ہر سنت پر عمل کرتے ہوئے اپنے اسلاف کے مشن کو آگے بڑھایا اور مسلمانوں کو سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس دینا شروع کیا تو ان کے مشن اور بڑھتی ہوئی تعداد کو دیکھ کر چند شر پسندوں نے ان کے خلاف محاذ کھڑا کرتے ہوئے ایک پمفلٹ چھپوا کر تقسیم کیا جس میں ایک حدیثِ نبوی کا غلط ترجمہ کر کے لوگوں کو دھوکہ و فریب دینا چاہا کہ سبز رنگ کا عمامہ باندھنا یہ تو دجال کے متبعین کی علامت ہے۔ العیاذ باللہ

مذکورہ بالا پمفلٹ جناب علامہ حافظ محمد اسحاق ظفر صاحب دامت برکاتہ العالیہ اور راقم الحروف (حافظ خان محمد) کے پاس پہنچا پڑھ کر بڑا دکھ ہوا کہ اپنا مطلب پورا کرنے کیلئے اتنا بڑا ظلم عظیم کہ حدیث شریف کا ترجمہ و تشریح ہی بدل کر آقا دوجہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بہتان لگایا گیا ہے ان کے اس مکر کو مندفع کرنے اور مسئلہ کی وضاحت کیلئے ہم نے اپنے محسن مشفق مربی استاذ العلماء محقق اہلسنّت مفتی اہلسنّت پیکر محبت و اخلاص حضرت علامہ قاضی عبدالرزاق صاحب بھتر الوی دامت برکاتہ العالیہ مدرس جامعہ رضویہ ضیاء العلوم کی خدمت میں جواب لکھنے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت استاذی المکرّم ایک متبحر عالم دین انتہائی محنتی قابل مدرس اور بلند پایہ خطیب ہیں۔ درس نظامی کے جس فن کی جو بھی کتاب آپ کو دے دی جائے اس کو پڑھانے کا حق ادا فرما دیتے ہیں۔

تعلیم وتدریس کیساتھ آپ کا گہرا تعلق اور نسبت ہے اللہ تعالیٰ نے قبلہ استاذی المکرّم کو جہاں اور بہت ساری خوبیوں سے نوازا ہے جس طرح کہ آپ میدان تدریس کے شاہ سوار ہیں اسی طرح آپ میدان تحریر کے بھی شاہ سوار ہیں گویا کہ تدریس وتحریر دونوں آپ پر ناز کرتی ہیں۔قبلہ استاذی المکرّم صاحب کی تحریر کردہ کتب عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں آپ کا اندازِ تحریر اتنا آسان اور سادہ ہے کہ بغیر کسی محنت ومشقت کے ہر ہر مسئلہ ذہن میں متمکن ہوجاتا ہے۔مختلف عنوانات پر آپ نے بے مثال کتابیں تحریر کی ہیں۔ چندایک کے نام مندرجہ ذیل ہیں:۔

اُردو زبان میں ......تسکین الجنان فی محاسن کنزالایمان، شمع ہدایت، تذکرۃ الانبیاء، موت کا منظر مع احوال حشر ونشر، اسلام میں عورت کا مقام، انگوٹھے چومنا مستحب ہے، اذان کے ساتھ درود وسلام مستحب ہے، اقامت بیٹھ کر سننا مستحب ہے، امام اعظم اور فقہ حنفی، نماز حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء، نماز کے بعد ذکر مستحب ہے، مسجد اور اس کے احکامات، تکریم والدین مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تحفہ حفاظ، عصمتِ انبیاء، ایصالِ ثواب مستحب امر ہے، شرح مراح الارواح، حاشیہ میزان الصرف، حاشیہ سراجی۔

عربی زبان میں......حاشیہ تلخیص المفتاح، حاشیہ نورالایضاح، حاشیہ قدوری اور حاشیہ کنزالدقائق۔

تصنیفات کا سلسلہ جاری ہے۔ اللّٰھم زد فزد ......جس طرح کہ قبلہ استاذی المکرّم کی عادتِ مبارکہ ہے کہ انفرادی مسئلہ ہو یا کہ اجتماعی آپ کا قلم حرکت میں آتا ہے اور اس مسئلہ کی وضاحت کا حق ادا کردیا جاتا ہے ہماری عرض کو قبول فرماتے ہوئے اور حق کی وضاحت کیلئے آپ نے شرپسندوں کے مکروفریب کا مکمل جواب دے کر اور مزید کئی گوشوں پر انتہائی عالمانہ فاضلانہ محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔

اس رسالہ کی کمپوزنگ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ استاذ محترم حافظ محمد اسحاق ظفر صاحب کی خصوصی توجہ کے باعث عزیزم حافظ محمد شاہد خاقان ہزاروی نے کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلہ استاذی المکرّم بھترالوی صاحب کا سایہ تادیر ہم پر قائم ودائم رکھے دیگر جن احباب نے جس طرح تعاون کیا ہے اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ ﴿آمین ثم آمین یاربّ العالمین﴾

حافظ خان محمد

فاضل جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

خطیب جامع مسجد غوثیہ ڈھوک پراچہ راولپنڈی

الاستفتاء

محترم جناب استاذ العلماء مفتی اہل سنت حضرت مولانا عبدالرزاق چشتی بھترالوی صاحب مدظلہ العالی

مفتی و استاذ الحدیث جامعہ رضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......

عالی مرتبت! ہمارے علاقہ و نواح میں آج کل کچھ لوگ ایک نئے فتنے کا احیاء کر رہے ہیں۔ جس سے نہ صرف اُمتِ مسلمہ کے درمیان افتراق و انتشار کا اندیشہ ہے بلکہ احادیثِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی آڑ لے کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری سنتوں کو ختم کرنے کی مذموم سعی کا جا رہی ہے۔

عرض حال یہ ہے کہ **مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۴۷۷** باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال فصل ثانی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ کا ترجمہ اور اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کلمہ 'السیجان' بمعنی الطیلسان الاخضر کے کلمات سے اپنا مزعومہ مطلب نکالتے ہوئے سبز رنگ کی ٹوپی یا عمامہ پہننے والے کو خاکم بدہن گروہِ دجال سے شمار کر کے عامۃ المسلمین کو دھوکا دیتے ہوئے عمامہ شریف کی پیاری سنت کو ترک کرنے پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

جناب والا گذارش ہے کہ قرآن و سنت کی روشنی میں اور تفسیر و لغت کی رو سے وضاحت فرمائی جائے کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے کون لوگ مراد ہیں؟ اور سبز رنگ کے لباس یا عمامہ شریف برنگ سبز کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور عمامہ شریف کے حوالے سے جو فضائل کتب اسلاف میں مذکور ہیں ان سے آگاہی فرمائی جائے۔ بینوا توجروا

والسلام مع الاحترام

☆ قاری خان محمد قادری موضع لنگر تحصیل جنڈ ضلع اٹک

☆ قاری طارق علی سیکرٹری اطلاعات جماعت اہل سنت خوشاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی جواب

☆ جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ حدیث کی نسبت غلط طور پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کرنا، اپنا ٹھکانا جہنم میں بنانا ہے۔

﴿ دجال کی پیروی کرنے والے سبز عمامہ والے ہوں گے ﴾

☆ حدیثِ مبارکہ کا یہ معنیٰ کر کے، جان بوجھ کر جھوٹ بولا گیا ہے یا اپنی جہالت وحماقت کا اِظہار کیا گیا ہے۔

☆ جس لباس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع نہیں فرمایا اور اس میں حرمت اور کراہت کی کوئی وجہ نہیں پائی گئی اسے حرام کہنا جُرمِ عظیم ہے۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید لباس کے بعد سبز رنگ کا لباس پسند تھا۔

اجمالی جواب

ربّ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے......

یا ایہا الذین اٰمنوا اتّقوا اللّٰہ و کونوا مع الصّادِقین

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو۔

و فی الآیۃ ...... ما لا یخفی من مدح الصدق و استدل بہا کما قال الجلال السیوطی من لم یبح الکذب فی موضع من المواضع لا تصریحا و لا تعریضا (روح المعانی)

آیتِ کریمہ سے واضح ہوگیا کہ سچ قابل مدح چیز ہے کیونکہ اس آیت میں سچ کی مدح بیان کی گئی ہے جو مخفی نہیں۔اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جھوٹ کسی حال میں بھی جائز نہیں خواہ ظاہر طور پر ہو یا اشارہ سے ہو مظہری نے لا جدا ولا ہزلا تحریر فرمایا ہے کہ جھوٹ اِرادہ سے بھی منع ہے اور مزاح سے بھی۔

والظاہر عموم الخطاب و یندرج فیہ التائبون اندراجا (روح المعانی)

ظاہر یہی کہ یہ خطاب عام ہے کہ تم ہر سچے شخص کے ساتھ ہو۔

البتہ جن تین صحابہ کرام کے سچ کا ذِکر ہو رہا ہے۔ان کے ساتھ ہونا مقصودی اور اوّل حیثیت میں ہے، اس کے بعد حکم عام ہے، ہر سچ بولنے والے کے ساتھ ہو جانے کا حکم ہے۔جھوٹوں سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔

الآیۃ دالۃ علی فضل الصدق و کمال درجۃ کما روی عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ انہ قال علیکم بالصدق فانہ یقرب الی البر والبر یقرب الی الجنۃ و ان العبد لیصدق فیکتب عند اللّٰہ صدیقا وایاکم والکذب فان الکذب یقرب الی الفجور والفجور یقرب الی النار وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند اللّٰہ کذابا الا تری انہ یقال صدقت و بررت و کذبت و فجرت (کبیر ج۱۶ص۲۲۲)

آیت کریمہ سچائی کی فضیلت اور اس کے کامل درجہ پر دلالت کر رہی ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ سچ بولو کیونکہ سچ انسان کو نیکی کے قریب کرتا ہے اور نیکی جنت کے قریب کرتی ہے اور بے شک بندہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور تم جھوٹ سے دور رہو کیونکہ یقینی بات ہے کہ جھوٹ انسان کو گناہوں کے قریب کرتا ہے اور گناہ آگ کے قریب کرتے ہیں اور انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ کہا جاتا ہے تم نے سچ بولا اور نیکی کا کام کیا تم نے جھوٹ بولا اور گناہ کا کام کیا۔

خیال رہے کہ یہ حدیث جو کبیر سے نقل کی ہے یہی حدیث کچھ مختلف الفاظ سے بخاری اور مسلم میں بھی موجود ہے جو مشکوٰۃ باب حفظ اللسان میں ہے۔وہ الفاظ مبارکہ اس طرح ہیں:۔

عن عبد اللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ وما یزال الرجل یصدق و یتحری الصدق حتی یکتب عند اللّٰہ صدیقا و ایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وما یزال الرجل یکذب و یتحری الکذب حتی یکتب عند اللّٰہ کذابا (متفق علیہ)

اس حدیث پاک کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو اس سے پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا کذب العبد تباعد عنہ الملک میلا من نتن ماجاء بہ (ترمذی،مشکوٰۃ باب حفظ اللسان) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی وجہ سے اس سے مردار کی طرح جو بو آتی ہے اس سے فرشتے دور بھاگ جاتے ہیں۔

مسئلہ کی وضاحت کیلئے یہ مختصر الفاظ سچائی کی فضیلت جھوٹ کی مذمت میں بیان کیا گیا تا کہ مسئلہ آسانی سے سمجھ آسکے۔

حدیث نبوی میں کذب بیانی کی مذمت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار (ترمذی، مشکوٰۃ باب العلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کرنے میں اجتناب کرو سوائے اس کے کہ تمھیں یقینی علم حاصل ہو (کہ ہاں واقعی وہ میری حدیث ہے) جس آدمی نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹ کو منسوب کیا اسے چاہیۓ کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

خیال رہے فمن کذب سے شروع ہوکر آخرتک حدیث ابن ماجہ میں بھی حضرت ابن مسعود اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے مذکور ہے۔

وضاحت حدیث...... فلیتبوا: یقال تبوأ اذا اتخذھا مسکنا وھو امر معناہ الخبر یعنی فان اللّٰہ یبوئہ

تبوأ الدار کامعنی ہے اس نے فلاں گھر کو اپنا مسکن بنایا اگرچہ فلیتبوا صیغہ تو امر کا ہے لیکن معنیٰ خبر والا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس کا ٹھکانا جہنم میں بنائے گا۔

البتہ امر کا صیغہ تحکم کے طور پر ہے تقریباً بامحاورہ کلام ہے اسے ذلیل کرنے کیلئے یہ انداز اختیار کیا گیا ہے کہ میری طرف جھوٹ کو منسوب کرنے والے! خودہی اپنا ٹھکانا جہنم بنالے اور تیرا کوئی راستہ ہی نہیں۔

جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ بلکہ کُفر ہے

کان ذلك كبيرة بل قال الشيخ ابو محمد الجويني انه كفر يعني لانه يترتب عليه الاستخفاف بالشريعة

جھوٹی حدیث بیان کرنا گناہ کبیرہ ہے بلکہ شیخ ابو محمد جوینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ جھوٹی حدیث بیان کرنا کفر ہے۔ اس لئے کہ اس میں شریعت کی توہین ہے اور اسے گھٹیا سمجھنا لازم آتا ہے۔

حدیث کا مطلب بدلنا شدید گناہ ہے

و يؤخذ من الحديث ان من قرأ حديثه و هو يعلم انه يلحن فيه سواء كان في ادائه اواعرابه يدخل في هذا الوعيد الشديد لانه يلحنه كاذب عليه

حدیث پاک سے یہ بھی واضح ہورہا ہے کہ جس شخص نے حدیث پاک کو ایسی سُر اور ایسے لہجے سے پڑھا جس سے حدیث پاک کا معنی بدل گیا یہ انداز اس نے جانتے ہوئے اختیار کیا کہ حدیث کا مطلب بدل رہا ہے اسی طرح اس نے جان بوجھ کر حدیث کی حرکات (زبر، زیر، پیش) کو بدلا، جس سے حدیث شریف کا مطلب بدل گیا تو وہ اسی وعید شدید میں داخل ہے کہ اس نے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالیا۔

جھوٹی حدیث بیان کرنے سے اجتناب واجب ہے

قال الطيبي فيه ايجاب التحرز عن الكذب على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم

علامہ طیبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ انسان کیلئے واجب ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے سے اجتناب کرے۔

جھوٹی حدیث نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا سبب ہے

وفیہ اشارۃ الی من نقل حدیثا و علم کذبہ یکون مستحقا للنار الا ان یتوب (ازمرقاۃ،ج۱ص۲۶۵)

اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر کوئی شخص کسی حدیث کے متعلق جانتا ہو کہ یہ جھوٹ ہے پھر وہ کسی سے روایت کرے تو اس کا روایت نقل کرنا بھی جہنم میں جانے کا ذریعہ ہے ہاں البتہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔

واضح ہوا کہ جھوٹی حدیث گھڑنا اور پیش کرنا، جان بوجھ کر جھوٹی حدیث نقل کرنا، جان بوجھ کر حدیث کے مطلب کو پڑھنے کے انداز سے بدلنا، جان بوجھ کر حدیث کی حرکات کو بدل کر حدیث کے مفہوم کو بدلنا، اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنانا ہے۔ اس سے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ شریعت سے مزاح اور شریعت کو گھٹیا سمجھنے کی وجہ سے کفر لازم آتا ہے۔ مومن کو اپنا ایمان بچانے کیلئے اس سے بچنا ضروری ہے۔

اسی سے واضح ہوگیا کہ جان بوجھ کر احادیث کے معانی غلط مراد لینا بھی اپنے آپ کو جہنم کا حقدار بنانا ہے۔ بے دین لوگ پہلے ہی قرآن پاک اور احادیث کے مطالب اپنی مرضی کے بیان کرکے دین اسلام کا حلیہ بگاڑ رہے ہیں۔ اگر علماء نے بھی ضد، حسد، عناد کی وجہ سے قرآن وحدیث کے معانی بدلنے شروع کردیئے تو بے دینوں کو کیسے سمجھایا جائے گا؟

شریعت نے جس کام سے منع نہیں کیا وہ جائز ہے

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھی، پنیر، حمار وحشی یا چمڑے کے پاس وغیرہ (کی حلت وحرمت) کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو مما عفی عنہ (ابن ماجہ، ترمذی، مشکوٰۃ کتاب الاطعمۃ، ص ۳۶۷) جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کیا ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس سے سکوت کیا گیا وہ معاف ہے۔

تنبیہ خیال رہے کہ کتاب اللہ (قرآن مجید) میں یہ بھی ذکر ہے:

ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا

جو چیز تمہیں رسول اللہ عطا کریں وہ لے لو اور جس چیز سے آپ روکیں اس سے رُک جاؤ۔

اس آیت کے عموم الفاظ کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد لعن اللہ الواشمۃ والمستوشمۃ اللہ تعالیٰ نے رنگ بھرنے والی اور بھروانے والی پر لعنت فرمائی کو حکم قرآن ہی قرار دیا کیونکہ آپ نے جب جسم کے خون میں رنگ بھر کر پھول وغیرہ بنانے والی عورتوں کو منع کیا اور انہیں لعنت کا مستحق قرار دیا تو ایک عورت نے کہا میں نے مکمل قرآن پڑھا ہے مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا کہ اس سے منع کیا گیا ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مکمل قرآن نہیں پڑھا اگر غور سے پڑھتی تو تمہیں یہ بھی نظر آتا: ما اتکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا۔

جب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کر رہا ہوں تو وہ قرآن پاک کی اس آیت کے مطابق ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ جس کام سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منع فرمایا اس سے رک جانا، اسے ترک کر دینا بھی ضروری ہے۔

عن ابن عباس قال کان اھل الجاھلیۃ یاکلون اشیاء و یترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ وانزل کتابہ و احل حلالہ و حرم حرامہ فما احل فھو حلال و ما حرم فھو حرام وما سکت عنہ فھو عفو (ابوداؤد، مشکوٰۃ باب ما یحل اکلہ وما یحرم، ص ۳۶۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، زمانۂ جاہلیت میں لوگ بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض چیزوں کو کھانا چھوڑ دیتے تھے۔ جن کو طبیعت پسند نہیں کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا اور اپنی کتاب کو نازل کیا اور حلال کو حلال کر دیا اور حرام کو حرام کر دیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ معاف ہے (یعنی اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا)۔

اباحت اصل ہے

ان اصل الافعال الاباحة کما ھو مختار اکثر الحنفیة والشافعیة (شرح مسلم الثبوت،ص ۸۶)

تمام کام اصل میں مباح ہیں جب تک ان کے ناجائز ہونے پر کوئی دلیل قائم نہ ہو وہ جائز ہوتے ہیں۔ یہی اکثر احناف اور اکثر شوافع کا عقیدہ ہے یہی معتبر ہے۔

ان الاباحة اصل فی الاشیاء لقوله تعالیٰ (خلق لکم ما فی الارض جمعیا (نورالانوار مع قمرالقمار،ص ۱۷۹)

تمام اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، زمین میں تمام چیزیں تمہارے نفع کیلئے پیدا کی ہیں۔

مقامِ توجه

جب تک ناجائز کہنے والے اس کے ناجائز ہونے پر دلائل قائم نہ کرسکیں تو جائز ماننے والے بغیر کسی دلیل کے بھی جائز مان سکتے ہیں، بس یہی بحث ذہن میں رکھیں یہی شرعی ضابطہ ہے۔

حلال کو حرام سمجھنا

ارشادِ خداوندی! یا اَیھا النبی لم تحرم ما اَحل اللّٰه لك کی تفسیر میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ان تحریم الحلال علی وجھین۔ الاول اعتقاد ثبوت حکم التحریم فیه وھو کاعتقاد ثبوت حکم التحلیل فی الحرام محظور یوجب الکفر والثانی الامتناع من الحلال مطلقا او مؤکدا بالیمین مع حله وھذا مباح صرف و حلال محض (روح المعانی، ج ۱۴ ص ۱۴۸)

حلال کو حرام بنانے کی دو قسمیں ہیں: پہلی قسم یہ ہے کہ حلال چیز کے متعلق حرام ہونے کا عقیدہ رکھنا یہ بالکل ایسا ہی جیسا کہ حرام چیز کو حلال سمجھنے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ حلال سے رُک جانا۔ حلال کو استعمال نہ کرنا یا قسم اٹھا کر اپنے آپ پر حرام کرلینا یہ مباح ہے بشرطیکہ وہ حلال چیز پر عمل کرنا باعثِ عبادت نہ ہو۔

مسئلہ کو سمجھنے

مکروہِ تنزیہی بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتی، اس کیلئے بھی خاص دلیل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صِرف زبانی دعویٰ کافی نہیں کہ یہ کام ناجائز ہے جب مکروہِ تنزیہی ثابت کرنے کیلئے دلیل دینی پڑے گی تو حرام بغیر دلیل کے کیسے ثابت کیا جاسکتا ہے اور حلال کو حرام سمجھنے کا عقیدہ رکھنا جب منع ہے اور باعث کفر بھی ہے تو حلال کو حرام کہنے والے کون سے دِین کی خدمت کررہے ہیں۔

اسی مسئلہ کو شامی میں دیکھیں...... لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذ لا بدلها من دليل خاص (شامی، ج ا ص ۶۱۸) صرف مستحب کے ترک سے کراہت ثابت نہیں ہوسکتی بلکہ مکروہ ثابت کرنے کیلئے خاص دلیل کی ضرورت ہے۔

خیال رہے کہ اس مکروہ سے مراد مکروہِ تنزیہی ہے نہ کہ مکروہِ تحریمی۔ علامہ شامی نے اس پر صراحت کی ہے۔

بُرے القاب اور بُری تشبیہات کو مسلمان کیلئے استعمال کرنا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

ولا تلمزوا اَنفسكم ولا تنا بزوا بِالالقابِ بئس لاسم الفسوق بعد الايمان

اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا۔

قال البيضاوى البزمختص باللقب السوء و فى القاموس التنابز التعاير والتداعى بالالقاب يعنى لا تدع بعضكم بعضا للقب السوء قال البغوى قال عكرمة هو قول الرجل للرجل يا فاسق يا منافق ياكافر قال الحسن كان اليهودى والنصرانى يسلم فيقال له بعد اسلامه يا يهودى يا نصرانى فنهو عن ذلك ۔ قال عطاء هو ان تقول لا خيك ياحمار يا خنزير وروى عن ابن عباس قال التنابز ان يكون الرجل عمل السيات ثم تاب عنها فنهى ان يعير بما سلف من عمله (مظہری)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مومنوں کو ایک دوسرے کو برے القاب دینے سے منع کیا گیا ہے کوئی شخص کسی دوسرے کو اے فاسق، اے کافر، اے منافق کہہ کر نہ پکارے۔ اسی طرح اگر کوئی یہودی یا عیسائی اسلام قبول کرلے تو اسے اسلام قبول کرلینے کے بعد یہودی اور عیسائی نہ کہا جائے۔ اسی طرح کوئی شخص کسی اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اے گدھے، اے خنزیر نہ کہے۔ اسی طرح کوئی شخص گناہوں سے جب توبہ کرلے تو اسے توبہ کے بعد اس کے سابقہ گناہوں پر عار نہ دِلائی جائے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ مسلمانوں کو یہودی سے تشبیہ دینا اور یہودیوں کیلئے جو احادیث استعمال ہیں ان کو مسلمانوں کیلئے استعمال کرنا درحقیقت قرآنِ پاک کے حکم سے منہ موڑنا ہے۔

سبز رنگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند تھا

ابن عباس گفت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را بر منبر دیدم که خطبه میکر دو بردهائے سبز پوشیده بود (شرح سفر السعادۃ) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، میں نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے اور سبز رنگ کی چادر آپ کے زیب تن تھی۔

اس سے پتا چلا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبز رنگ کی چادر استعمال فرمائی لہٰذا سبز رنگ کی مخالفت سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس شریف پر اعتراض لازِم آئے گا۔

اعتراض...... نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خالص سبز رنگ کی چادر یا خالص سرخ رنگ کا لباس استعمال نہیں فرمایا بلکہ سبز اور سرخ دھاریاں (لکیریں) کپڑے میں ہوتی تھیں۔

کیونکہ شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: برد سبز برد لیست که دراں خطوط سبز باشد نه آنکه سبز خالص بود چنانکه برد سرخ نیز بایں معنی است (شرح سفر السعادۃ) سبز رنگ کی چادر کا یہ مطلب ہے کہ اس میں سبز لکیریں ہوتی تھیں یہ نہیں کہ وہ خالص سبز ہوتی تھی جس طرح سرخ چادر کا ذِکر ملتا ہے اس کا بھی یہی مطلب ہے۔

جواب...... شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب بھی خود ہی واضح طور پر ذِکر فرمایا ہے۔ آپ کی پیش کردہ عبارت ملاحظہ ہو:

وایں بیان واقع است نه آنکه سبز خالص پوشیدن حرام بود چنانکه سرخ خالص - زیرا که به تحقیق ثابت شده است که دوست ترین رنگها نزد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم بعد از بیاض خضرت بود (شرح سفر السعادۃ) یہ بیان واقع ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبز دھاریوں والی چادر کو استعمال فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں کہ خالص سبز لباس پہننا منع ہے جس طرح کہ سرخ خالص۔ اس لئے کہ تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ بہت زِیادہ پسند تھا۔ (شرح سفر السعادۃ، ص ۴۳۱ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر)

دوست ترین اور خضرۃ کے الفاظ پر نگاہ کریں، بار بار پڑھیں، اِن شاءَ اللہ یہ واضح ہو جائے گا کہ سفید رنگ کے بعد خالص سبز رنگ آپ کو بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

عن انس قال كان احب الثياب الى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ان يلبسها الحبرة (متفق عليه) (مشکوۃ کتاب اللباس) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمنی دھاریدار لباس پہننا پسند فرماتے تھے۔

ثم الحبرة نوع من برود اليمن بخطوط حمر و ربما تكون بخضر او زرق حبرة کا لفظ جو حدیثِ پاک میں استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد یمنی چادریں ہیں، جن میں سرخ دھاریاں ہوتیں اکثر طور پر ان میں سبز دھاریاں ہوتیں یا نیلی دھاریاں ہوتیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ کپڑا اِس وجہ سے پسند تھا کہ یہ سوتی کپڑا تھا اور نفیس تھا۔

و قيل لكونها خضراء و هى من ثياب اهل الجنة و قد ورد انه كان احب الالوان اليه الخضرة على ماروا ه الطبرانى فى الاوسط و ابن السنى وابو نعيم فى الطب (مرقاۃ، ج۸ص۲۳۴) اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ کپڑا اس لئے پسند تھا کہ اس میں سبز رنگ پایا جاتا تھا چونکہ سبز رنگ کا لباس جنتی لوگوں کا لباس ہوگا یہی پسند کی وجہ تھی۔

اور تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

اخرج ابن السنى و ابو نعيم كلاهما فى طب النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن انس قال كان احب الالوان الى رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الخضرة (مظہری، ج۶ص۳۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سبز رنگ بہت ہی زیادہ پسند تھا۔

مقصودی بحث کی طرف توجہ فرمائیں

ایک فوٹوسٹیٹ پمفلٹ نظر سے گزرا جس میں مشکوٰۃ شریف سے ایک حدیثِ پاک کا عکس دیا گیا اور اس کا غلط ترجمہ شائع کر کے خبث باطنی کا ثبوت پیش کیا گیا۔ اُمتِ مسلمہ کو لڑانے کی ایک مذموم کوشش کی گئی۔ اور خصوصاً حدیثِ پاک کا غلط ترجمہ کر کے ناپاک جسارت کی گئی۔ خوفِ خدا کو بالائے طاق رکھ کر جھوٹ کا پلندہ تحریر کیا گیا۔

حدیثِ پاک اور اس کا غلط ترجمہ

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیہم السیجان رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ، ص ۴۷۷)

میری اُمت میں سے ستّر ہزار لوگ ہوں گے جو دجال کی اِتباع کریں گے جن پر سبز رنگ کے عمامے ہوں گے۔

سیجان کا لفظ شامل ہے سبز ٹوپی سبز چادر سبز پگڑی پر۔

غلط ترجمہ کرنے کی وجوہ

یہ ترجمہ غلط کیا گیا ہے، اس کی تین وجہ ہو سکتی ہیں:۔

اس کی ایک سب سے بڑی وجہ تو یہ نظر آتی ہے کہ دعوتِ اسلامی سے تعلق رکھنے والے حضرات سبز پگڑی باندھتے ہیں۔ ان کی بڑھتی ہوئی تعداد اور ان کو جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھے اعمال کی توفیق حاصل ہے، اس پر حسد کرتے ہوئے حدیثِ پاک کے مفہوم کو بدل دیا گیا۔ یوں کہا جائے...... سبز پگڑی کو دیکھ کر کذاب جل اُٹھے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ السیجان کے معنی کو سمجھنے سے مترجم قاصر رہا، کذب بیانی کا مرتکب ہوا۔

تیسری وجہ اسی مضمون کی دوسری حدیث جو مسلم شریف میں ہے اور مشکوٰۃ کے اسی باب میں ہے۔ اسے چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی۔

آئیے حدیث مسلم کو دیکھیں

عن انس عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یتبع الدجال من یہود اصفہان سبعون الفا علیہم الطیالسۃ رواہ مسلم (مشکوٰۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ، ص ۴۷۵) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دجال کی تابعداری کریں گے، ستّر ہزار صفہان کے یہودی جن پر طیالیس ہوں گی۔

تنبیہ...... طیالسہ اور سیجان کے لفظ کا دونوں حدیثوں میں ایک ہی مطلب ہے۔ جسے میں اِن شاءاللہ لغت سے واضح کروں گا۔

وضاحت حدیث

یتبع من الاتباع بتشدید الفاء ای یطبع لفظ یتبع میں تاء پر شد ہے اتباع سے لیا ہوا ہے جس کا معنی ہے اطاعت کرنا۔

اصفہان ہمزہ پر زبر بھی ہے اور زیر بھی، فاء پر زبر ہے فاء کی جگہ باء کا استعمال بھی ہے۔ شہر کا نام ہے جو عراق کے علاقہ میں ہے۔ بعض حضرات نے کہا اصفہان دو شہر میں۔ ایک خراسان میں ہے جو فاء کی جگہ باء کا استعمال کرتے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حدیثِ پاک سے ایک بات تو یہ واضح ہوئی وہ قوم جو دجال کی تابعداری کرے گی۔ ان کی علامت بیان کی گئی کہ ان پر طیالیس ہوں گی اور دوسری بات کہ وہ یہود ہوں گے اور تیسری بات کہ وہ اصفہان کے ہوں گے۔ ابھی دجال کا ظہور بھی نہیں کہ دجال کے متبعین تلاش کئے جائیں۔ دجال کا جب ظہور ہوگا تو اس کے متبعین بھی ڈھکے چھپے نہیں رہیں گے۔

جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ یہودی ہوں گے تو مسلمانوں پر اس حدیث کا اطلاق کیسے صحیح ہے؟

جب مصطفی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی کے مطابق وہ اصفہان کے ہونگے تو پاکستان کے ثابت کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

جب طیلسان کا ایک معین رنگ ہی نہیں بیان کیا گیا بلکہ تین رنگ بیان کئے گئے جس کی وضاحت اِن شاءاللہ آتی ہے تو صرف سبز رنگ پر زور کیوں؟

طیالسہ اور سیجان کی لغوی تحقیق

ایک حدیث شریف میں طیالسہ استعمال ہے اور دوسری حدیث میں لفظ سیجان استعمال ہے دونوں کا ایک ہی مطلب ہے اس لئے ان الفاظ کی لغوی حیثیت پہلے دیکھیں پھر شارحین کی بحث کو دیکھیں تو مطلب واضح ہو جائے گا۔

الطالسان ضرب من الاوشحة یلبس علی الکتف اویحیط بالبدن خال عن التفصیل والخیاطة او ھو ما یعرف فی العامیة المصریة بالشال (فارسی معرب تالستان او تالشان) (المعجم الوسیط)

طالسان ایک لباس ہے جو زینت کیلئے کندھے پر استعمال کرتے ہیں یا اس سے بدن کو ڈھانپتے ہیں۔ اس میں کوئی تفصیل نہیں ہوتی (کہ یہ حصہ بازو کیلئے ہے تو یہ پیٹ کیلئے وغیرہ) اور اس کی سلائی بھی نہیں ہوتی (واضح ہوا کہ وہ چادر ہوتی ہے) یا یہ کہ مصر میں عام لوگ جسے شال کہتے ہیں، وہی طالسان ہے۔ اصل میں یہ لفظ فارسی ہے اور اصل میں تالسان یا تالشان تھا۔ عربی میں اسے طالسان بنالیا گیا یعنی یہ لفظ معرب ہے۔

الاطلس من الثیاب الوسخ او ما فی لونہ طلسة (المعجم الوسیط)

جس کپڑے میں میل ہو یا جس کا رنگ طلسہ (طاء پر پیش، لام ساکن) ہو، اسے اطلس کہا جاتا ہے۔

طلسہ الغبرة الی السواد و مارق من السحاب

مٹیالا رنگ جو سیاہی مائل ہو اور پتلے بادلوں کا جو رنگ ہوتا ہے اسے طلسہ کہا جاتا ہے۔

المعجم الوسیط سے کی گئی بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ طیالسہ جمع ہے طیلسان یا طالسان کی جس کا معنی ہے چادر، شال اور اس کا رنگ خاکستری سیاہی مائل ہوتا ہے۔

السیجان تصغیر الساج، سویج، والجمع سیجان - ابن الاعرابی السیجان الطیالسة السود واحدھا ساج

ساج کی تصغیر سویج ہے اور جمع سیجان ہے ابن الاعرابی نے کہا السیجان سیاہ رنگ کی چادروں کو کہا جاتا ہے۔ اس کا واحد ساج ہے۔

و فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کان یلبس فی الحرب من القلانس ما یکون من السیجان الخضر جمع ساج وھو الطیلسان الاخضر

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کی حدیث میں ہے کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو سبز سیجان سے بنی ہوئی ہوتی تھی۔ سیجان ساج کی جمع ہے۔ سبز رنگ کی چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

السباج ضرب من الشجر يعظم جدا و يذهب طولا و عرضا وله ورق كبير (ج) سيجان (المعجم الوسیط)

سیجان جمع ہے ساج کی۔ساج ایک بہت بڑا درخت ہے جوطول وعرض میں پھیلا ہوا ہوتا ہے اوراس کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں۔

ہماری زبان میں اسے ساگوان کہا جاتا ہے اس کی لکڑی بھی سیاہ ہوتی ہے۔

یہاں سے ایک اور بات سمجھ میں آئی کہ سیجان کا معنیٰ ٹوپی کرنا غلط ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی ہوئی تھی۔ یہ نہیں کہ سیجان پہنتے تھے جس کا معنیٰ ٹوپی ہے۔سیجان سبز رنگ کی چادر کو بھی کہتے اور سیاہ رنگ کی چادر کو بھی اور یہ بھی ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو ٹوپی جنگ میں استعمال کرتے تھے وہ ساگوان کی لکڑی کی چھیل سے بنتی ہو۔

و قيل الطيلسان المقور ينسج كذالك كان القلانس تعمل منها او من نوعها (لسان العرب)

بعض حضرات نے بیان کیا سیجان (یہ سیجان کی بحث میں ہی ہے) اس طیلسان (چادر) کو کہتے ہیں جس پر سیاہ رنگ کا تارکول لگایا ہوتا ہے اس سے وہ کپڑا بنا ہوا ہوتا ہے اسی تارکول والے دھاگہ سے یا اس قسم کے سیاہ دھاگہ سے ٹوپیاں بھی بنائی جاتی تھیں۔

اس سے ایک اور احتمال ثابت ہو گیا کہ ہوسکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیاہ رنگ کی ٹوپی جنگ میں استعمال فرماتے ہوں۔

والساج الطيلسان الاخضر او الضخم الغليظ او الاسود او المقور ينسج كذالك وبه فسر حديث ابن عباس كان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يلبس فى الحرب من القلانس ما يكون من السيجان و فى حديث ابى هريرة اصحاب الدجال عليهم السيجان (تاج العروس) ساج سبز رنگ کی چادر کو کہا جاتا ہے (نہایہ میں اسی معنیٰ سے ابتداء کی گئی ہے) ساج موٹے کپڑے لحاف وغیرہ پر بھی بولتے ہیں اور ساج سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہتے ہیں ساج تارکول والے سیاہ دھاگہ سے بنے ہوئے کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔

اس کی وضاحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث سے بھی ملتی ہے جس میں یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنگ میں ٹوپی پہنتے تھے جو سیجان کی بنی ہوئی تھی۔

سیجان سے سبز پگڑی مراد لینا غلط ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والوں پر سیجان ہوں گی اور لغوی تحقیق میں بیان کیا جا چکا ہے کہ سیجان کا معنی سیاہ رنگ کی چادر، تار کول ملے ہوئے دھاگہ سے بنی ہوئی چادر اور سبز رنگ کی چادر ہے تو صرف سبز رنگ ثابت کرنا کس طرح دُرُست ہے؟

عمامہ معنی کرنا کیسے صحیح ہے؟

وقیل الساج الطیلسان المدور ویطلق مجازا علی الکساء المربع (تاج العروس) اور بیان کیا گیا ہے کہ ساج گول چادر کو کہا جاتا ہے اور مجازی طور پر مربع (چورس) چادر کو بھی کہا جاتا ہے۔

اب ذرا خود فیصلہ کریں کہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کی کیا ضرورت پڑ رہی ہے اور وہ بھی مربع چادر تک مجازی معنی کیا جا سکتا ہے پگڑی معنی کرنا تو مجازاً بھی دُرست نہیں۔

اعتراض...... سیجان کا معنی سیاہ چادر کرنا تو غریب ہے۔ سیاہ رنگ کی چادر والا معنی لے کر کیسے بحث کی جا سکتی ہے؟

جواب...... قلت قال ابن الاعرابی السیجان الطیالسۃ السود واحدھا ساج فکیف یکون مع ھذا النقل غریبا (تاج العروس) ابن اعرابی نے کہا ہے سیجان سیاہ چادروں کو کہا جاتا ہے سیجان کا واحد ساج ہے پھر انہوں نے اشعار نقل فرمائے جن میں ساج استعمال ہے تو غریب کیسے کہا جا سکتا ہے۔

منجد عربی ، اُردو کو دیکھئے

'الساج' (ساکھو کا درخت) 'ج سیجان' 'واحد ساجۃ' (کشادہ، گول چادر) 'کساء مسرج' (گول چادر) 'طلس (س) طلسا' ۔ 'طلس (ك) طلسۃ' (خاکستری رنگ کا ہونا) ۔ 'الطلس' (کالی چادر) ۔ 'الطلس' (محوشدہ تحریر، میلا کپڑا) ۔ 'الطلسۃ (خاکستری رنگ)' ۔ 'طیلسان' (سبز چادر جس کو علماء و مشائخ استعمال کرتے ہیں)۔

سبحان اللہ! صاحب لغت اور مترجمین علماء نے تو طیلسان کو معنی علماء و مشائخ کی سبز چادر بیان کیا لیکن متعصبین نے طیلسان جو یہودیوں کا خاص لباس تھا اسے مسلمانوں کیلئے صرف مسلمان نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں چلنے والوں کیلئے استعمال کر کے حدیثِ پاک کا مفہوم بدل دیا ہے اور سبز عمامہ پر انطباق کر کے اپنی عاقبت خراب کی ہے۔

حدیث مسلم پر حاشیہ مشکوٰۃ دیکھئے

مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں واضح طور پر ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہونگے جو دجال کی تابعداری کرینگے ان پر طیالیس (خاکستری چادریں) ہوں گی۔ اس پر حاشیہ دیکھیں:

الطیالسة جمع الطیلسان وھو معرب تالسان وھو ثوب معروف و قد احتج ابن القیم علی ذم لبس الطیلسان بھذا الحدیث و بما روی عن انس انه رأی جماعة علیھم الطیالسة فقال ما اشبه ھو لاء بیھود خیبر و اجاب عنه فی فتح الباری ان الطیالسة فی ذلك الوقت کان من شعار الیھود فانکر ذلك انس ثم ارفع ۔ فی ھذه الازمنة فتدخل فی عموم المباحات و قد ثبت فی احادیث کثیرة التطلس والتقنع عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلم و الصحابة (لمعات، مرقاۃ)

طیالسہ جمع ہے طیلسان کی، یہ فارسی لفظ تالسان سے عربی بنایا گیا ہے یہ ایک مشہور و معروف کپڑا ہے ابن قیم نے طیلسان کے استعمال کی اسی حدیث کے ذریعے مذمت ثابت کی۔ اسی طرح ایک اور حدیث کو بھی اس نے اپنے موقف پر دلیل بنایا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند لوگوں کو دیکھا جنہوں نے طیالیس اوڑھی ہوئی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو خیبر کے یہودیوں سے بہت ہی مشابہت ہے۔ فتح الباری میں اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس وقت طیلسان کا استعمال یہودیوں کی مذہبی علامت تھی ان کی مشابہت کی وجہ سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ناپسند سمجھا۔ اب جب اس زمانہ میں طیلسان کا استعمال عام ہوگیا یہودیوں کی خاص علامت نہ رہی تو عام مباح چیزوں کی طرح اس کا حکم بھی ہوگیا۔ کثیر احادیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کا طیلسان کا استعمال ثابت ہے۔ (طیلسان کے معنی تفصیلی طور پر ذکر کردیے گئے ہیں)

اور اسی طرح آپ سے اور صحابہ کرام سے قناع کا استعمال بھی ثابت ہے قناع کا معنی اوڑھنی اور دوپٹہ ہے۔

اس بحث سے بھی واضح ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے سبز رنگ کی چادر کو استعمال کیا اس لئے سبز رنگ کی چادر پر طعنہ زنی جہالت وحماقت ہے اور سبز عمامہ پر اس انطباق اس پر مستزاد ہے۔

احادیث مذکورہ کے معروف تراجم سے استدلال ایک قدیم ترجمہ دیکھئے

وہ حدیثِ مبارک کہ جو شرح السنۃ کے حوالے سے مشکوٰۃ میں مذکورہ ہے جس میں سیجان کا ذکر ہے اور جس کا ترجمہ متعصبین نے غلط کیا ہے اس کے ایک پرانے ترجمہ کی طرف توجہ کریں۔ یہ اس لئے حوالہ دیا جارہا ہے کہ اس ترجمے کو موجودہ دَور کے مسلکی تعصبات سے قبل لکھا گیا ہے اور اسے معترضین کے ہم خیال بھی مانتے ہیں:

روایت ہے ابی سعید خدری سے کہا کہ: فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متابعت کریں گے دجال کی میری اُمت میں ستّر ہزار کہ اوپر ہوں گی (ان کے) سیاہ چادریں۔ (الرحمۃ المهداۃ ترجمہ المشکوٰۃ۔ مطبع القرآن والسنۃ امرتسر جزء ربع الرابع ص ۱۱۹)

اِسی ترجمہ سے دوسری حدیث کو دیکھیں جو مسلم شریف کی حدیث ہے جس میں طیالسہ کا لفظ استعمال ہے۔

روایت ہے انس سے کہ نقل کی رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ فرمایا پیروی کریں گے دجال کی یہود اصفہان سے ستّر ہزار کہ ان پر سیاہ چادریں ہوں گی۔ (ص ۱۱۲ حوالہ مذکور)

مظاہر حق کو دیکھیں

شرح السنۃ کی حدیث جس میں سیجان کا ذکر ہے جس کا ترجمہ غلط کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ اور وضاحت **مشکوٰۃ شریف** کی شرح مظاہر حق ص ۳۲۰ پر دیکھیں، وہ یہ ہے: **اور روایت ہے** ابی سعید خدری کہ کہا فرمایا رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے متابعت کریں گے دجال کی میری اُمت میں سے ستّر ہزار کہ ان پر ہوں گے سیجان کہ قسم پہناوے کی ہے یہ نقل کی بغوی نے شرح السنۃ میں۔

ف: سیجان زیر سین مہملہ اور جزم یا سے کہ بعد اس کے جیم ہے جمع ساج ہے جیسے تیجان جمع تاج کی بمعنی طیلسان سبز یا سیاہ کے۔

تنبیہ ﴿ **نبی کریم** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمام کُفار اور مسلمانوں کو تبلیغ احکام کی ہے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لحاظ سے اور حق راہ کی دعوت دینے کے لحاظ سے آپکی اُمت کو **اُمت دعوت** کہا جاتا ہے۔ جس میں کافر بھی داخل ہیں اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کو صِرف مسلمانوں نے قبول کیا ہے اس لحاظ سے آپ کے مسلمانوں کی امت کو **اُمت اجابت** کہا جاتا ہے اب اس تمہید کے بعد یہ سمجھیں:

امتی ای امة الاجابة او الدعوة وهو الاظهر لما سبق انهم من يهود اصفهان (مرقاۃ، ج ۱۰ ص ۲۱۷)

حدیث شریف میں جو ذکر ہے میری امت میں سے اس سے مراد **اُمت اجابت** ہے یا **اُمت دعوت**؟ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مراد **اُمت دعوت** جو کُفّار کو بھی شامل ہے اس لئے پہلے **حدیث مسلم** میں گزر چکا ہے کہ وہ لوگ جو دجال کی تابعداری کریں گے وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔

مقام توجہ

مسلم شریف جس میں واضح طور پر موجود ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے اس کی سند قوی ہے۔

لیکن شرح السنۃ کی یہ حدیث سند کے لحاظ پر ضعیف ہے: قبل فی سنده ابو هارون و هو متروك (مرقاۃ، ج۱۰ص۲۱۷)

بیان کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں ابو ہارون ہے جو متروک ہے اس بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مطلقاً آپ کی اُمت سے مسلمان مراد نہیں بلکہ یہودی مراد ہیں جس کا ذکر دوسری حدیث میں ہے جو سند کے لحاظ سے اس سے قوی ہے۔

راقم کا خیال

طیلسان اور سیجان کے معانی میں یہ واضح ہو چکا ہے کہ سبز چادر کو بھی کہا گیا سیاہ رنگ کی چادر کو بھی کہا گیا اور تار کول لگے ہوئے دھاگہ سے تیار چادر کو بھی کہا گیا ہے بلکہ جو پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ طیالسین استعمال کرنے والوں کو یہود خیبر سے تشبیہ دی اس کے متعلق مظاہر حق میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک وقت شعار یہود سے ہو اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِنکار کرنا اس سبب سے ہو، یا یہ کہ راقم کا اس پر موقف یہ ہے کہ دجال کے متبعین کی چادروں کے رنگ ایسے ہوں گے جو سبز، سیاہ اور زردی کی آمیزش سے خاکستری زردی مائل رنگ ہوتا ہے۔

یہ قول سب اقوال کا جامع ہے اسطرح مترجمین، شارحین نے جو مختلف رنگ تحریر کئے ہیں ان میں کوئی اختلاف اور کوئی تعارض نہیں بلکہ وہ ایسا رنگ ہوگا جو سب رنگوں کا مجموعہ ہوگا اگر نہ سمجھ آئے تو دوپٹے رنگنے والوں سے جا کر پوچھ لیں اور دیکھ لیں کہ ان تینوں رنگوں کے مجموعہ سے کون سا رنگ بنتا ہے۔

حرف آخر

دجال کی تابعداری کرنے والی دو حدیثیں ہیں ایک حدیث مطلق ہے اور ایک حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ اصفہان کے یہود ہوں گے۔ جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے یہود ہوں گے وہ سند کے لحاظ پر قوی ہے جبکہ دوسری کے ہارون کے متروک ہونے کے سبب ضعف کا قول کیا گیا ہے لہٰذا دوسری حدیث سے بھی مراد یہود ہی ہیں۔ تمام شارحین کا اس پر اتفاق ہے کہ دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

ایک حدیث میں طیالسہ آیا ہوا ہے اور ایک میں سیجان ان دونوں لفظوں کا ایک ہی معنیٰ مراد ہے طیلسان کا حقیقی معنیٰ گول چادر، شال ہے۔ اور مجازی معنیٰ مربع چادر ہے۔ طیلسان کا معنیٰ ٹوپی نہیں بلکہ طیلسان سے بنی ہوئی ٹوپی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنگ میں استعمال کی۔ طیلسان یا ساج جس کی جمع سیجان ہے پگڑی معنیٰ نہیں ہاں بعض اوقات انسان چادر کو گرمی وغیرہ سے بچاؤ کیلئے سر پر رکھ لیتا ہے۔ اس طرح سر پر استعمال کہیں مل سکتا ہے۔

سبز رنگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پسند فرمایا ہے اور سبز دھاریدار کو استعمال فرمایا ہے سبز رنگ کا لباس جنتیوں کا ہوگا سبز رنگ کی چادریں علماء و مشائخ نے استعمال کی ہیں۔ طیلسان کے تین رنگ اہل لغت نے بیان کیے ہیں:

سبز، سیاہ، زرد۔

حدیث کا غلط معنیٰ جان بوجھ کر کرنا جرم عظیم ہے، کذب بیانی ہے، اپنے آپ کو گنہگار کرنا لازم آتا ہے، حدیثِ پاک کا واضح مفہوم وہی ہے جو دونوں حدیثوں کا مجموعی مفہوم ہے، طیلسان کا رنگ وہی صحیح ہوگا جو تینوں رنگوں کا مجموعہ ہے۔

اب حدیثِ پاک کا سیدھا مفہوم یہ ہے کہ دجال کی تابعداری کرنے والے اصفہان کے ستّر ہزار یہود ہوں گے ان کے اوپر خاکستری زرد رنگ کی شالیں ہوگی۔

خدارا کسی کی مخالفت میں قرآنِ پاک اور حدیثِ پاک کا مفہوم نہ بدلیں، یہ طریقہ یہود و نصاریٰ کا ہے۔ اسلام کی بغاوت کرنے والے، اسلام کی تعلیمات کا مزاح اُڑانے والے، قرآن و حدیث کو اپنے مطلب کے مطابق کرنے والے یہود و نصاریٰ کے آلہ کار کافی مقدار میں پاکستان میں موجود ہیں۔ علماء کا یہ کام نہیں کہ وہ اندازِ تبلیغ ایسا اختیار کریں جسے دیکھ کر لوگ اسلام اور علماء سے دُور بھاگیں۔

☆ وما علینا الا البلاغ ☆

عمامہ (پگڑی) سنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے

’السنة الزوائد تاركها لا يستوجب اساءة كسير النبى فى لباسه و قعوده و قيامه فان هولاء كلها لا تصدر منه على وجه العبادة و قصد القربة بل على سبيل العادة فانه كان يلبس جبة حمراء و خضراء و بيضاء طويل الكمين و ربما بلبس عمامة سوداء و حمراء و كان مقدارها سبعة اذرع او اثنى عشر ذراعا او اقل او اكثر و كان يقعد محتباً تارة و مربعا للعذر و على هيئة التشهد اكثر فهذا كلها من سنن الزوائد يثاب المرء على فعلها ولا يعاقب على تركها وهو فى معنى المستحب الا ان المستحب ما احبه العلماء و هذا ما اعتاده النبى صلى اللّٰه تعالىٰ عليه وسلم‘ (نورالانوار،ص ۱۶۷)

’الا ان المستحب الخ فى الدر المختار ويسمى مندو با و ادبا و فضيلة وهو فعله عليه الصلوٰة والسلام مرة و تركه اخرى وما احبه السلف‘ (قمرالاقمار)

سنتِ غیر مؤکدہ کے تارک کو گناہ کا مرتکب نہیں کہا جاسکتا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لباس، بیٹھنے اور کھڑے ہونے میں تھی یہ تمام کام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بطورِ عبادت صادر نہیں ہوئے تھے بلکہ بطورِ عادت صادر ہوئے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبہ لمبی آستینوں والا سرخ (دھاریدار) اور سبز (دھاریدار) بھی استعمال فرمایا اور سفید رنگ کا بھی استعمال فرمایا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ سیاہ رنگ کا اور سرخ (دھاریدار) بھی استعمال فرمایا اس کی لمبائی سات ہاتھ بھی ثابت ہے اور بارہ ہاتھ بھی، قلیل مقدار اور کثیر مقدار بھی ثابت ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احتباء کے طور پر بیٹھنا بھی ثابت ہے یعنی سرین کو زمین پر رکھنا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا اور ان پر کپڑے کا گھیرا لگانا **احتباء** کہلاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چوکیڑی مار کر بیٹھنا بھی ثابت ہے اگرچہ صاحب نورالانوار نے وجہ عذر چوکیڑی مار کر بیٹھنے کا ذکر کیا ہے لیکن فقہ کی دیگر کتب شامی وغیرہ میں مطلقاً ثابت کیا گیا ہے عذر کی کوئی قید نہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تشہد کے حال کی طرح بیٹھنا بھی ثابت ہے۔

یہ تمام کام سنتِ غیر مؤکدہ ہیں جن کے کرنے پر ثواب اور چھوڑنے پر کوئی گناہ نہیں۔ مستحب کا بھی یہی حکم ہے۔ سنتِ غیر مؤکدہ اور مستحب میں یہ فرق ہے کہ سنتِ غیر مؤکدہ وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی (یا آپ نے عبادت کے طور پر کوئی کام چند مرتبہ کیا ہو اور زیادہ مرتبہ چھوڑا ہو) لیکن مستحب وہ ہے جسے علماء نے پسند کیا ہو۔

درِمختار میں ہے کہ مستحب، مندوب، ادب، فضیلت عام ہے۔ سنتِ غیر مؤکدہ پر بھی اطلاق ہوسکتا ہے اور سلف صالحین نے جسے پسند کیا ہو اُسے بھی مستحب کہا جاسکتا ہے لیکن اسے سنتِ غیر مؤکدہ نہیں کہا جاسکتا۔

عمامہ کی فضیلت

روی القضاعی والدیلمی فی مسند الفردوس عن علی کرم اللّٰہ وجھہ مرفوعا

العمائم تیجان العرب (مرقاۃ، ج۸ص۲۵۰)

پگڑیاں عرب کے تاج ہیں۔

و روی الدیلمی عن ابن عباس العمائم تیجان العرب فاذا وضعو عزھم

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے پگڑیاں عرب کا تاج ہیں

جب وہ پگڑیاں اپنے سروں پر رکھتے ہیں تو وہ اپنے سروں پر عزت کے تاج سجا لیتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کی لمبائی

جیسا کہ پہلے نورالانوار سے بیان کیا گیا ہے وہی علامہ نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی بیان فرمایا:

انہ کان لہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم عمامۃ قصیرۃ و عمامۃ طویلۃ و ان القصیرۃ

کانت سبعۃ ازرع والطویلۃ اثنی عشر ذراعا (مرقاۃ، ج۸ص۲۵۰)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پگڑی مبارک چھوٹی بھی ہوتی تھی اور لمبی بھی، چھوٹی سات ہاتھ اور لمبی بارہ ہاتھ ہوتی تھی۔

یاد رہے کہ ایک ذراع (ہاتھ) چوبیس انگلیوں کی تعداد کے برابر ہے جو موجودہ پیمانوں کے لحاظ سے تقریباً ڈیڑھ فٹ بنتا ہے۔ اس طرح سات ہاتھ والی پگڑی ساڑھے تین گز جبکہ بارہ ہاتھ لمبی مقدار چھ گز بنے گی اور میٹروں میں بالترتیب سوا تین اور ساڑھے پانچ میٹر تقریباً ہوگی۔

تاہم اس بحث میں علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زیادہ طور پر اعتدال کو مدنظر رکھا۔ بہت چھوٹی پگڑی سر کو دھوپ وغیرہ سے نہیں بچا سکتی اور زیادہ لمبی تکلیف دہ ہے اسلئے سات ہاتھ لمبائی پر زیادہ اعتبار کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کا ایک شملہ

عن ابن عمر قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ۔ 'رواہ الترمذی و قال ھذا حدیث غریب' (مشکوٰۃ کتاب اللباس)

سدل ای ارسل وارخی عمامتہ ای طرفھا الذی یسمی العلامۃ والعذبۃ (مرقاۃ، ج۸ص۲۴۹)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کی طرف (کنارے) کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا دیتے تھے یعنی آپ کے عمامہ کا ایک شملہ ہوتا تھا اور وہ دونوں کندھوں کے درمیان ہوتا تھا۔

ابن عبدالسلام کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس طرح عمامہ باندھتے تھے؟ تو آپ نے فرمایا...... یدیر کور العمامۃ علی راسہ و یفرشھا من ورائہ ویرخی لہ ذوابۃ بین کتفیہ (الوفاء لابن جوزی، مرقاۃ، ج۸ص۲۴۹) کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر عمامہ کو گول طور پر لپیٹتے تھے اور پیچھے سے اسے بٹھا دیتے تھے اور شملہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عمامہ کے دو شملے

فی روایۃ ارسلھا بین یدیہ و من خلفہ

ایک روایت میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک شملہ آگے لٹکاتے تھے اور ایک پیچھے۔

عن عبدالرحمٰن بن عوف قال عممنی رسول اللہ ﷺ فسدلھا بین یدی و من خلفی 'رواہ ابو داؤد'

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے پگڑی باندھی اور اس کا ایک شملہ آگے رکھا اور ایک پیچھے رکھا۔

قال ابن الملك ای ارسل لعمامتی طرفین احدھما علی صدری والآخری من خلفی

بیان کردہ حدیث کی شرح میں ہی ابن ملک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیان فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ نے میری پگڑی کی دو طرفیں لٹکائیں ایک میرے سینہ پر اور دوسری طرف میرے پیچھے۔

......مقصد واضح ہوا کہ دو شملے رکھے......

عبدالرحمٰن بن عوف یقول عممنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فسدلھا بین یدی و من خلفی 'رواہ ابو داؤد'

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پگڑی باندھی (اس کے دو شملے رکھے) ایک میرے آگے کی طرف لٹکایا اور دوسرا میرے پچھے کی طرف۔

عن علی کرم اللہ وجھہ انہ ﷺ عممہ بعمامۃ و اسدل طرفیھا علی منکبیہ (مرقاۃ، ج۸ص۱۴۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے بے شک انہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پگڑی باندھی (اور اس کے دو شملے رکھے) ایک شملہ ایک کندھے پر اور دوسرا دوسرے کندھے پر۔

بغیر شملہ کے عمامہ

وقد ثبت فی السیر بروایات صحیحة ان النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیه وسلم کان یرخی علامته احیانا بین کتفیه و احیانا یلبس العمامة من غیر علامة فعلم ان الاتیان بلکل واحد من تلک الامور سنة (مرقاۃ، ج۸ص۱۵۰)

سیر کی بحث میں روایات صحیحہ سے ثابت ہے بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی اپنے کندھوں کے درمیان شملہ رکھتے تھے اور کبھی بغیر شملہ کے ہی پگڑی باندھتے تھے۔ معلوم ہوا کہ تینوں صورتیں سنت ہیں، خواہ ایک شملہ رکھے یا دو شملے رکھے یا ایک شملہ بھی نہ رکھے۔

بعض حضرات نے بغیر شملہ کے مکروہ کہا ہے لیکن اگر شملہ سنتِ مؤکدہ ثابت ہو تو پھر کراہیت کی بات ہے اگر سنتِ مؤکدہ نہ ثابت ہو سکے تو خلاف اولیٰ ہے۔ (مدارج)

لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بغیر شملہ کے بھی سنت میں داخل ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

شملہ کی لمبائی

علماء فرماتے ہیں کہ کم سے کم شملہ چار اُنگل ہے اور زیادہ سے زیادہ نصف کمر تک اس سے زیادہ اسبال میں داخل ہے جو مکروہ ہے۔ (مدارج النبوۃ، ج۱، بحث عمامہ نبوی)

شملہ کی ایک اور صورت

شملہ میں تحنیک بھی ثابت ہے تحنیک یہ ہے کہ شملہ کو بائیں جانب سے تالو اور ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر دہنی جانب عمامہ میں اٹکا لینا۔ (مدارج النبوۃ بحث عمامہ نبوی)

فائدہ عظیمہ

حضرت علامہ مولانا محمد شفیع اکاڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جناب فقیہ اعظم استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا نور اللہ بصیر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مندرجہ ذیل سوالات کے متعلق فتویٰ طلب کیا آپ نے اس کا بہت مفصل جواب تحریر فرمایا جو تقریباً آٹھ صفحات پر مشتمل ہے اس کو میں مختصر اور آسان لفظوں میں بطورِ خلاصہ پیش کر رہا ہوں:۔

سوال نمبر ۱ ...... کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

سوال نمبر ۲ ...... اور کیا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا فعلاً یا قولاً ثابت ہے؟

سوال نمبر ۳ ...... کسی حدیث شریف میں آیا ہے کہ فقط ٹوپی پہن کر نماز پڑھنے سے ایک نماز کا اور ٹوپی بمع عمامہ باندھ کر ادا کرنے سے ستر ہزار گنا زائد ثواب ملتا ہے؟ نیز کیا یہ حدیث صحیح ہے؟

...... جوابات کا خلاصہ ......

قرآن کریم وحدیثِ پاک اور فقہ حنفی سے روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ اہل اسلام کی ٹوپی (مثلاً قادری ٹوپی) پہن کر نماز پڑھنا ہرگز ہرگز مکروہ نہیں بلکہ نسبتاً پسندیدہ و مستحسن ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

یٰبنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد

اے اولادِ آدم اپنی زینت حاصل کرو ہر مسجد کے نزدیک۔

زینت سے مراد وہ لباس ہے جو جسم انسانی کے ضروری پوشیدنی حصوں کا ستر کر سکے اور مسجد سے مراد ہے: ان المراد من الزینۃ الثیاب المواری للعورۃ والمراد من المسجد ھو الصلوٰۃ (تفسیرات احمدیہ ص۲۷۳، الاکلیل ج۴ ص۱۱۰)

واضح ہوا کہ نماز میں ایسی زیبائش ہونی چاہئے جو شرعاً جائز ہے اس سے پتا چلا کہ قمیص، عمامہ وغیرہ مستحب ہیں اور خصوصاً ننگے سر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

تکرہ الصلوٰۃ مکشوف الرأس لان فیہ ترک اخذ الزینۃ المامور بھا مطلقا (ازمنیۃ، غنیۃ صغیری)

ننگے سر نماز اس لئے مکروہ ہے کہ اس میں زینت کی ترک لازم آتی ہے جس کا مطلقاً ذکر کیا گیا ہے۔

تمام فقہاء کرام نے صراحۃً ٹوپی کا ذکر کیا ہے، صاحبِ دُرِمختار فرماتے ہیں:

ان رفع العمامة او القلنسوة بعمل قليل اذا سقطت افضل من الصلوٰة مع كشف الرأس (دُرِمختار)

بے شک عمل قلیل سے سر سے گرنے والی پگڑی یا ٹوپی کو اٹھانا اور سر پر رکھنا افضل ہے بہ نسبت ننگے سر کے۔

كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يامر بستر الرأس بالعمامة او القلنسوة و ينهى عن كشف الرأس فى الصلوة (كشف الغمہ للشعرانی، ج ا ص ۸۷)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حکم فرماتے تھے کہ نماز میں سر کو پگڑی یا ٹوپی سے ڈھانپ کر رکھا جائے اور ننگے سر نماز ادا کرنے سے آپ منع فرماتے تھے۔

كان يلبس صلى الله تعالىٰ عليه وسلم القلانس تحت العمائم و بغير العمائم و يلبس العمائم بغير القلانس (کنز العمال ج ۳ ص ۲۲ جامع الصغیر ج ۲ ص ۳۳۷ وھکذا فی السیرۃ الحلبیۃ ج ۲ ص ۳۶۲، المدخل لابن الحاج، زاد المعاد، سفر السعادۃ، شرح سفر السعادۃ)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پگڑی کے نیچے ٹوپی اور ٹوپی بغیر پگڑی کے اور پگڑی بغیر ٹوپی کے استعمال فرمائی۔

روى ان النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان له قلانس يلبسها و قد صح ذلك اقول الظاهر ان المراد لبسها بغير عمائم (تکملۃ البحر، ج ۸ ص ۴۸۲ وھکذا فی الھندیۃ)

بے شک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ٹوپیاں تھیں جن کو آپ پہنا کرتے تھے یہ بات پایہ صحت تک پہنچی ہوئی ہے اور مراد بھی اس سے ٹوپی کا استعمال بغیر پگڑی کے ہے۔

المستحب ان يصلى الرجل فى ثلاثه اثواب قميص و ازار و عمامة (عالمگیری، ج ا ص ۳۱)

مستحب یہ ہے کہ مرد نماز کو تین کپڑوں میں ادا کرے۔ قمیص، چادر اور پگڑی میں۔

اعتراض...... ترمذی اور ابوداؤد میں حدیث مذکورہ ہے:

ان فرق ما بيننا و بين المشركين العمائم على القلانس

بے شک ہمارے اور مشرکوں کے درمیان فرق پگڑیوں کو ٹوپیوں پر باندھنے سے ہوتا ہے۔

اس حدیث سے تو واضح ہوا کہ ٹوپی پہننا طریقہ مشرکین ہے اور پگڑی اور ٹوپی دونوں کا استعمال یا صرف پگڑی کا استعمال جس طرح بعض روایات میں ہے وہی مسنون ہے۔

علامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف ٹوپی کی علامتِ کفار ہی قرار دیا ہے۔جیسا کہ مرقاۃ ج ۸ ص ۱۵۰ میں ہے:

جواب...... یہ حدیث ضعیف ہے اس سے علامت کفر ثابت کرنا ممکن نہیں، ترمذی نے خود ہی بیان کیا ہے:

و اسناده ليس بالقائم ولا نعرف ابا الحسن العسقلاني ولا ابن ركانة

اس حدیث میں ابوالحسن عسقلانی اور ابن رکانہ راوی دونوں ہی مجہول ہیں لہٰذا یہ حدیث ضعیف ہے۔علامہ قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سختی بے جا اور بلا دلیل ہے۔

حدیث کے متعلق استفتاء کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث کے متعلق سوال نمبر ۳ میں پوچھا گیا ہے وہ تو کہیں نہیں مل سکی البتہ یہ ملیں:

ركعتان بعمامة خير من سبعين ركعة بالا عمامة (کنز العمال، ج ۸ ص ۱۹

عمامہ کے ساتھ دو رکعت ادا کرنا بغیر عمامہ کے ستر رکعت ادا کرنے سے افضل ہے۔

الصلوة تطوع او فريضة بعمامة تعدل خمسا و عشرين صلوٰة بلا عمامة

و جمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة (کنز العمال، ج ۸ ص ۱۹

نفل نماز ہو یا فرض ہو بغیر پگڑی کے پچیس رکعت ادا کرنا اور پگڑی سے ایک رکعت ادا کرنا برابر ہے

اور جمعہ کی ستر نمازیں بغیر پگڑی کے ادا کرنا اور پگڑی سے ایک ادا کرنا برابر ہے۔

خلاصہ کلام

صِرف وہ ٹوپی پہننا ناجائز ہے جو کُفّار کا شعار ہو اس کے بغیر ہر قسم کی ٹوپی پہننا جائز ہے۔ پگڑی بغیر ٹوپی کے، پگڑی بمع ٹوپی کے اور ٹوپی بغیر پگڑی کے سب صورتیں جائز ہیں البتہ عمامہ کا استعمال افضل ہے سنتِ غیر مؤکدہ ہے باعثِ ثواب ہے اس کا تارک گنہگار نہیں۔

لمحاتِ فکر

مستحب پر جبری عمل کرانا کیا باعثِ ثواب ہے ؟

دِل بدلے جائیں تاکہ لوگ محبت سے عمامہ استعمال کریں جبر سے راقم کو ثواب نظر نہیں آتا۔ ترک فرائض پر پہلے عمل کرانا ضروری ہے۔ تارکین صلوٰۃ کی طرف پہلے نظر رکھی جائے۔ تارک واجبات پر دوسری نظر کی ضرورت ہے اس لئے جماعت سے نماز ادا نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرنا بھی ضروری ہے۔ ترک سنتِ مؤکدہ پر تیسری نظر ہو۔ جو لوگ سنت کے مطابق داڑھیاں نہیں رکھتے ان سے سنتِ مؤکدہ کی تکمیل کرائی جائے۔ مستحبات کی طرف چھوٹے درجہ میں توجہ کی ضرورت ہے اب عمامہ باندھنے کی ترغیب دینا یا حکم دینا بھی مستحسن امر ہے۔ صِرف یہ نہ کہ نماز کوئی پڑھے یا نہ پڑھے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی پابندی کرے یا نہ کرے داڑھی سنت کے مطابق رکھے یا نہ رکھے البتہ عمامہ سر پر سجائے رکھے۔

راقم کو یہ طریقہ بھی کہیں سے نہیں سمجھ آیا، راقم کا وہی خیال ہے جو ابھی چند سطروں میں بیان کر دیا گیا۔ فرائض پھر واجبات پھر سنتِ مؤکدہ پھر سنتِ غیر مؤکدہ پھر مستحب پر عمل کرایا جائے۔ مستحبات کی ترک پر جب ربِّ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مؤاخذہ نہیں تو سختی مناسب نہیں۔

سنت کو زِندہ کرنا جب لوگ اس پر عمل نہ کر رہے ہوں یہ بھی عظیم ثواب ہے۔

آیئے دِل سے محبت سے عمامہ باندھنے کی سنت کو جاری کر دیں رنگ کوئی بھی ہو، جائز ہے۔

سبز پگڑیوں والے دعوتِ اسلامی کے ارکان کے دلوں پر کوئی حکومت کر رہا ہے ان کے دِل سنتِ مصطفوی پر عمل کرنے کی محبت کرتے ہیں۔ کاش کہ ہمارے جیسے ناکارہ لوگوں کے دِلوں پر بھی کوئی حکمرانی کرے پھر جو عمل کریں، اس میں خلوص ہوگا۔

دلوں پر حکومت کرنے اور جبری عمل کرانے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

دعوتِ اسلامی کے ارکان کو اور ان کے امیر حضرت مولانا محمد الیاس عطّار قادری مدظلہ العالی کو راقم دِل کی گہرائیوں سے سلامِ سنت، سلامِ عقیدت، سلامِ محبت پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور فیضانِ رضا (عشق ومحبتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو مزید عام کرنے کی توفیقِ خیر رفیق فرمائے۔ آمین بجاہِ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عبدالرزاق چشتی بھترالوی

دارالافتاء جامعہ رَضویہ ضیاء العلوم راولپنڈی

19 اکتوبر 2000ء

مدنی پھول

کتاب ایک بہترین ساتھی ہے۔تنہائی کا مونس اور سفر وخضر کیلئے بہترین راہنما ہے۔اچھی کتابوں کے مطالعے سے نہ صرف یہ کہ انسان کی معلومات میں اِضافہ اور وسعت پیدا ہوتی ہے بلکہ اخلاق و کردار میں بھی نمایاں تبدیلی رونما ہوتی ہے۔تاہم کتاب کے انتخاب میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔دیکھنے اور کہنے میں تو فحش ناول اور بد عقیدگی پھیلانے والا لٹریچر بھی کتاب ہی ہے مگر وہ کتابیں نہ صرف یہ کہ تضیع اوقات کا باعث ہیں بلکہ بسا اوقات اعمال صالحہ اور عقیدہ و ایمان پر بھی ایسا کاری وار ثابت ہوتی ہیں کہ ان کی ہلاکت آفرینیوں کا کوئی مداوا بھی نہیں ہوسکتا۔لہٰذا کتاب خریدتے وقت اس کے مصنف اور اس کے نظریات و اعتقادات کو ضرور ملاحظہ رکھا کریں۔علمائے اہل سنت کی تصنیفات پڑھیں اور اپنے ایمان وعقیدہ کی سلامتی اور تحفظ کا خیال رکھیں۔جزاک اللہ احسن الجزاء